ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

نبی کریم ﷺ کی منصبی حیثیت: قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

THE OFFICIAL POSITION OF THE HOLY PROPHET (PBUH): A RESEARCH REVIEW IN THE LIGHT OF QURAN AND SUNNAH

***Ali Rizwan Shahzad, **Arslan Mahmood, ***Kainat Kanwal, ****Mohammad Amjad**

*PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore
**PhD Scholar, Department of Aqeedah and Philosophy, IIU Islamabad
***MPhil Scholar Department of Islamic Studies University of Lahore, Lahore
****PhD Scholar, Department of Islamic Studies, AWKU Mardan

ABSTRACT:
This research review examines the official position of the Holy Prophet Muhammad (PBUH) as depicted in the Quran and Sunnah. The study analyzes the various dimensions of the Prophet's role, including his prophet hood, messenger ship, leadership, and exemplarity, as well as his relationship with the Muslim community. The review surveys the Quranic verses and Hadith reports that highlight the Prophet's authority, wisdom, and compassion, and explores the implications of his leadership for Islamic theology, ethics, and governance. By scrutinizing the scriptural and prophetic traditions, this review aims to provide a comprehensive understanding of the Prophet's official position and its significance in shaping Islamic thought and practice.
Keywords: *official position, Prophet hood, Quran o Sunnah*

اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرما کر دنیا میں مبعوث فرمایا، تاکہ آپ ﷺ انسانیت کو ہدایت اور راہِ راست کی دعوت دیں، جس کے نتیجے میں انسان فلاح وکامرانی حاصل کر سکے۔ اب پیغمبر ﷺ اور امت کا آپس میں کیا تعلق ہوگا کہ جس کو مضبوط کر کے امت اللہ کی ہدایت حاصل کرے، اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے منصبِ نبوت کی وضاحت کی جائے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو کس منصب سے سرفراز فرمایا ہے؟ اور کیا آپ کی بات کو بھی امت کے لیے حجت بنایا ہے؟ اور پھر اگر حجت بنایا ہے تو اس کی حیثیت کیا ہے؟ اور امت کے لیے اس پر کس درجہ عمل پیرا ہونا ضروری ہے؟

ذیل میں قرآن وسنت کے دلائل کے ذریعے اسی بات کو واضح اور متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی، تاکہ ہر امتی کو اپنا فرض معلوم ہو جائے اور وہ یکسو ہو کر اس کی ادائیگی کی کوشش کرے۔

اقوام عالم کی طرف بعثت:

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ خواہ وہ عرب ہوں یا عجم، دنیا کے کسی بھی علاقے میں رہے والے ہوں، وہ سب آپ کی نبوت پر ایمان لانے کے پابند ہیں اور آپ کے دین اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین عند اللہ مقبول نہیں ہوگا۔ چناں چہ اللہ تعالی کا ارشاد مبارک ہے: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ[1] (اے رسول ان سے) کہو کہ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ اب تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو نبی امی ہے، اور جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کی پیروی کرو تاکہ تمہیں ہدایت حاصل ہو۔

اللہ تعالی کے ہاں مقبول دین:

دنیا میں کئی ادیان ایسے ہیں کہ جن کے ماننے والوں کا دعوی ہے کہ وہی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، حالانکہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں صاف اعلان فرمادیا ہے کہ اس کے نزدیک قبولیت کے لیے دین اسلام ہی واحد معیار اور راستہ ہے، اس کے علاوہ کسی سے کوئی دین بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[2] جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔ یہ آیات بالکل واضح ہیں اس بات کے بیان میں کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے، اور دنیا کے تمام لوگ آپ ﷺ پر ایمان کے پابند ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی نجات کی کوئی راہ نہیں ہے۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے کھول کر بیان فرمادیا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے آئیں تو وہ میری اتباع کریں گے اور اگر لوگ ان کی اتباع کریں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي مَرَرْتُ بِأَخٍ لِي مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ فَكَتَبَ لِي جَوَامِعَ مِنْ التَّوْرَاةِ أَلَا أَعْرِضُهَا عَلَيْكَ قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ فَسُرِّيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَصْبَحَ فِيكُمْ مُوسَى ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ إِنَّكُمْ حَظِّي مِنْ الْأُمَمِ وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنْ النَّبِيِّينَ[3]۔ حضرت عبداللہ بن ثابت سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں ایک کتاب لے کر آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ بنو قریظہ میرا اپنے ایک بھائی پر گذر ہوا تو اس نے مجھے توراۃ کی جامع باتیں لکھ کر مجھ کو دی کیا وہ میں آپ کے سامنے پیش کروں اس پر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روئے انور کا رنگ تبدیل ہو گیا میں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے حضرت عمر نے یہ دیکھ کر عرض کیا ہم اللہ کو رب مان کر اسلام کو دین مان کر اور محمد کو رسول مان کر راضی ہیں تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وہ کیفیت ختم ہو گئی پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگتے تو تم گمراہ ہو جاتے امتوں سے تم میرا حصہ ہو اور انبیاء میں سے میں تمہارا حصہ ہوں۔

معلوم ہوا کہ سابقہ تمام ادیان اور شریعتیں منسوخ کر دی گئیں ہیں۔اب ان کی اتباع کرنا جائز نہیں۔صرف اور صرف آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی پیروی کرنے میں ہی نجات ہے۔

بحیثیتِ خاتم النبیین:

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا اور اس سلسلے کا اختتام خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر اس وقت فرمایا، جب ساتویں صدی عیسوی میں جزیرۃ العرب کے علاقے میں آنحضرت ﷺ کو تاجِ رسالت پہنایا گیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی نبوت و دعوت کو آفاقی بنایا اور سلسلہء نبوت پر مہر لگا کر آپ ﷺ کو آخری نبی قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِـيْمًا[4] (مسلمانو!) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے۔ اس آیت کی تشریح میں امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔فهذه الآية نص في أنه لا نبي بعده ، وإذا كان لا نبي بعده فلا رسول بعده بطريق الأولى والأحرى; لأن مقام الرسالة أخص من مقام النبوة ، فإن كل رسول نبي ، ولا ينعكس . وبذلك وردت الأحاديث المتواترة عن رسول الله ﷺ من حديث جماعة من الصحابة۔[5] "یہ آیت مبارکہ اس سلسلے میں نص ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو کوئی تو رسول بدرجہ اولی نہیں آسکتا۔ کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت سے اخص ہے۔ اس لئے کہ ہر رسول نبی ہے اور اس کا برعکس نہیں ہے (یعنی ہر نبی رسول نہیں) اور اسی بات کے متعلق متواتر آحادیث آپ ﷺ سے صحابہ کی جماعت نے روایت کی ہیں۔"

فرائضِ منصبی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہے:لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ يَتْلُوْا عَلَيْھِمْ اٰيٰتِھٖ وَيُزَكِّيْھِمْ وَيُعَلِّمُھُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ[6] حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انھیں پاک صاف بنائے اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے یقینا کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چار فرائض منصبی بیان فرمائے ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ ﷺ اللہ کی آیات لوگوں کے سامنے تلاوت کرتے ہیں۔ دوسرا ان کا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ تیسرا اور چوتھا یہ کہ ان کو کتاب و حکمت سکھلاتے ہیں۔ لہذا آپ ﷺ کو معلم الناس بنا کر بھیجا گیا تھا، تاکہ آپ لوگوں کو دین سکھائیں۔ حدیث مبارکہ میں بھی آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔:"انما بعثت معلما[7]" کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ لہذا آپ ﷺ معلم کائنات ہیں، اور یہ آپ کا فرضِ منصبی ہے۔

امت کو کتاب اللہ کی تعلیم دینا:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

سورہ نحل میں ارشادِ باری تعالی ہے:وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ[8]اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیاہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کردو جوان کے لیے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔

سورہ نساء میں ارشاد ہے:اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ[9]بیشک ہم نے حق پر مشتمل کتاب تم پر اس لیے اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس طریقے کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو سمجھا دیا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں آنحضرت ﷺ کا خاص فریضہ اور وظیفہ یہ بیان فرمایا گیاہے کہ اللہ کی طرف سے کتاب اللہ کا جو فہم آپ کو عطاء کیا جائے اسی کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں، اور کتاب اللہ کو کھول کھول کر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں۔یعنی صرف آیات کی تلاوت کرنا ہی آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ ان کا معنی ومفہوم لوگوں کو سمجھانا اور تفسیر کرنا بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔ یہ آیات اس سلسلے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں کہ کتاب اللہ کا وہی فہم معتبر ہوگا جو آپ کے واسطہ سے لوگوں کو معلوم ہو۔

بحیثیتِ مطاع:

قرآن مجید میں کئی مقامات پر آپ ﷺ کی اطاعت کا مستقل حکم فرمایا گیاہے، سورہ نساء میں ارشاد ہے:يَا اَيُّہَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنكُم فَإِن تَنَازَعتُم فِی شَيئٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللهِ وَاليَومِ الآخِرِ ذَلِکَ خَير وَاَحسَنُ تَاوِيلاً[10]"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی بھی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول اور ان لوگوں کی بھی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحب اختیار ہوں۔ پھر اگر تمھارا کسی معاملے میں باہم تنازع ہو جائے تو اسے (فیصلے کے لیے) اللہ اور رسول کے پاس لے جاؤ، اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ بہتر بھی ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا بھی"

دوسرے مقام پر فرمایا:مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَد اَطَاعَ اللهَ وَمَن تَوَلَّى فَمَا اَرسَلنَاکَ عَلَيهِم حَفِيظاً[11]"جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمھیں ایسے لوگوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت یکساں مطلوب ہے کسی امتیاز کے بغیر، اور آنحضرت ﷺ کی اطاعت کی صورت یہ ہے کہ آپ کی سنت پر عمل کیا جائے۔لہذا قرآن مجید کے ساتھ ساتھ سنت کی پیروی بھی مطلوب ومقصود ہے۔

بحیثیتِ اسوہ حسنہ:

آپ ﷺ کو آپ کے امت کے لیے اسوہ حسنہ بنا کر آپ کی پیروی کا حکم دیا گیاہے۔ ارشاد ہے:لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا[12]حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا ہو، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

تشریعی حیثیت:

آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مستقل اختیار حاصل تھا کہ اسلام کے احکام مقرر فرمائیں، یعنی کسی کام کو جائز یا ناجائز اور حلال اور حرام مقرر فرمائیں، چنانچہ ارشاد ہے:"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ[13]اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس آیت میں فرمایاہے کہ اللہ کا رسول تمہیں جو دے وہ لے لو اور جس بات سے منع کرے باز آجاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ایک روایت کے مطابق یہ حکم عام ہے اور یہاں پر احکام سے متعلق بھی ہدایت کی گئی ہے۔ روایت میں ہے:عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَعَنَ عَبْدُ اللَّهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ مَا هَذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ وَفِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ قَالَ وَاللَّهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔[14]علقمہ کہتے ہیں کہ عبداللہ گودنا لگانے والی اور چہرے کے بال صاف کرنے والی اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی جو اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں، ان پر لعنت کی، ام یعقوب نے پوچھا یہ کیوں؟ عبداللہ نے میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت کی اور کتاب اللہ میں بھی یہی ہے، ام

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

یعقوب نے کہامیں نے سارا قرآن پڑھا ہے لیکن میں نے اس میں نہیں پایا، عبد اللہ نے کہا اگر تو قرآن پڑھتی تو پھر اس میں ضرور پاتی کہ جو اللہ کے رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو احکام کی تشریع کا اختیار حاصل تھا، اور اس کی بنیاد اجمالی طور پر یا تفصیلی طور پر قرآن مجید میں ہی ہو گی۔

اشیاء کو حلال یا حرام قرار دینے کے حوالے سے اختیار:

اللہ تعالی کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو اس بات کا مستقل اختیار تھا کہ امت کے لیے حلال یا حرام کا تقرر کریں۔ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ، الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن، فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ، الا لا یحل لکم لحم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا[15] "آگاہ رہو کہ مجھے اللہ کی کتاب بھی دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اسی جیسی ایک اور چیز بھی (جس کی پیروی تم پر لازم ہے)۔ آگاہ رہو، قریب ہے کہ کوئی شخص خوب سیر ہو کر اپنے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور تم سے کہے کہ بس اس قرآن کو اختیار کر لو اور اس میں تمھیں جو چیز حلال ملے، اسے حلال سمجھو اور جو حرام ملے، اسے حرام مانو۔ آگاہ رہو کہ تمھارے لیے گھریلو گدھے کا گوشت کھانا بھی حلال نہیں ہے اور کسی کچلی والے درندے کا بھی، اور کسی معاہد کی گری ہوئی چیز اٹھانا بھی حلال نہیں، الا یہ کہ (وہ ایسی معمولی ہو کہ) اس کا مالک اس سے بے نیاز ہو"

یہ روایتِ مبارکہ صاف بیان فرما رہی ہے کہ آپ ﷺ کو اشیاء کے حلال، حرام کرنے کا اختیار تھا اور اس حدیث میں ایسے جانوروں کی مثال بھی بیان فرمادی ہے، جن کی حرمت کے متعلق حکم کتاب اللہ میں موجود نہیں۔ انہیں صرف سنت میں حرام قرار دیا گیا ہے، لہذا پالتو گدھا، درندے اور ذمی وغیرہ کی گم شدہ چیز ہمارے لیے حلال نہیں۔ یہ ہمیں سنت سے معلوم ہوا ہے۔

تشریعی اختیار اور کتاب اللہ:

اشیاء کی حلت و حرمت اور احکام سے متعلق آپ ﷺ کا تشریعی اختیار کتاب اللہ کے مقابل نہیں تھا بلکہ تابع تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ بات بھی وضاحت کے ساتھ بتا دی گئی تھی کہ پیغمبر کو حاصل تشریعی اختیار، کتاب اللہ کے مد مقابل یا اس کے متوازی نہیں ہے، بلکہ اس کے تابع ہے۔ یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب الٰہی میں دی گئی ہدایت کے پابند اور پیروکار تھے اور اس میں کسی قسم کی ترمیم و تغییر کے مجاز نہیں تھے۔ چناں چہ کفار کی طرف سے قرآن میں تبدیلی کے مطالبے کے جواب میں، اللہ تعالی نے فرمایا کہ:قُلۡ مَا یَكُونُ لِیۤ أَنۡ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلۡقَاۤئِ نَفۡسِیۤۖ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا یُوحَىٰۤ إِلَیَّۖ إِنِّیۤ أَخَافُ إِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّی عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیمࣲ[16] "تم کہہ دو کہ مجھے یہ حق نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس کو تبدیل کر دوں۔ میں تو بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں"

حضرت علی کی ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کی خواہش اور اس کو ناپسند کرنے کے موقع پر اسی بات کی وضاحت فرمادی تھی کہ اللہ کی طرف سے حلال کردہ چیز کو حرام اور حرام کردہ چیز کو حلال نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی بات کی وضاحت میں فرمایا:وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ مکانا واحدا ابدا[17] "میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں کر رہا، لیکن بخدا اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی ایک جگہ اکٹھی نہیں ہو سکتیں"

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا تشریعی اختیار کتاب اللہ کے مقابل نہیں تھا بلکہ تابع تھا۔ یعنی آنحضرت ﷺ اللہ تعالی کے نازل کردہ کسی حکم میں تبدیلی نہیں کر سکتے تھے، البتہ اس کے علاوہ مستقل احکام کے جاری کرنے کا، اللہ تعالی کی طرف سے آپ ﷺ کو مکمل اختیار حاصل تھا۔ ایک اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس وقت قرآن مجید بھی نازل ہو رہا تھا اور اس کے علاوہ مستقل احکام و شرائع وضع کرنے کے اختیار کے تحت آپ ﷺ بھی ہدایت الٰہی کی تفصیل و تکمیل اپنے اقوال وافعال وغیرہ کے ذریعے فرما رہے تھے اور آپ ہی مرکز اطاعت تھے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ اللہ کے آخری رسول اور پیغمبر ہیں، اللہ تعالی نے آپ کی اطاعت کو امت کے لیے لازم ٹھہرا دیا اور آپ ﷺ کی بات کو ہمارے لیے حجت بنا دیا ہے، جس پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ اب ذیل میں ہم قرآن مجید اور آپ ﷺ کی سنت کا تعلق اور اس حوالے سے امت کے اولین لوگ یعنی صحابہ کرام کے نظریہ اور کردار کا جائزہ لیں گے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

قرآن وسنت لازم ملزوم:

قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ بھی دین کا مستقل ماخذ ہیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ لازم ملزوم ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا درست نہیں، اسی لیے آپ ﷺ نے دونوں کو تھامے رکھنے کا حکم فرمایا ہے:مَالِكٌ؛ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ"[18] ترجمہ:"امام مالک نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان دونوں کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے۔(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں حبیب الرحمن اعظمی لکھتے ہیں: "یہ حدیث پاک صاف بتارہی ہے کہ "کلام اللہ" اور "حدیث رسول اللہ" دونوں توام (جڑواں) ہیں، کبھی بھی ایک دوسرے سے الگ اور جدا نہیں ہوں گے، اسلامی شرائع واحکام کی تکمیل ان دونوں کے بغیر نہیں ہوسکتی ہے، ان دونوں کو دلیل راہ بنائے بغیر منزلِ مقصود تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ حدیث پاک ہی سے قرآنِ حکیم کے مقاصد کی تفصیل اوراس کے احکام کی تکمیل ہوتی ہے، درحقیقت حدیث، اللہ کے کلام قرآن محکم کا بیان وشرح ہے، تو ایک کو دوسرے سے علیحدہ کیسے کیا جاسکتا ہے! قرآن وحدیث کا یہ ربط باہمی صاف بتارہا ہے کہ دین اسلام میں حدیث رسول علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی حیثیت تشریعی اور حجت و دلیل ہی کی ہے؛ کیونکہ جب حدیث پاک کتاب الٰہی کا بیان اور اس کی شرح ہے، اور بلا ریب قرآن کی حیثیت تشریعی ہے، تو بغیر کسی تردد کے اس کے بیان وشرح کی حیثیت بھی تشریعی ہی ہوگی، یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے لے کر آج تک امت کا ہے۔"[19]

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا اسلوب استدلال:

آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو ترک کرنے کے حوالے سے جو رجحان کچھ منحرف گروہوں میں شروع ہوا یا ہونے کا امکان تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے ان لوگوں سے اپنے شاگرد تابعین کو خبردار کیا اور مختلف طریقوں سے ایسے لوگوں کی تردید کی۔ تمام صحابہ کا متفقہ مؤقف یہ تھا کہ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ سنت بھی واجب الاتباع ہے اور احکام کا ماخذ ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ جیسے قرآن مجید ہمارے لیے احکام کی حلت وحرمت کو بیان کرتا ہے، اسی طرح سنت میں بھی ہمارے لیے حلال وحرام بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی:

آنحضرت ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم یہ سمجھ چکے تھے کہ آئندہ زمانہ میں حدیث کو نظر انداز کرنے کا رجحان پایا جائے گا، چنانچہ عمر بن الاشج روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:انہ سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن، فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ عزوجل[20] "عنقریب کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تمھارے ساتھ قرآن کی متشابہ آیات کی بنیاد پر بحث کریں گے۔ تم ان پر سنن کے ذریعے سے گرفت کرنا، کیونکہ سنن کو جاننے والے اللہ کی کتاب کا زیادہ علم رکھتے ہیں"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں جہاں پیشین گوئی ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرآن مجید کا بڑا عالم بھی وہی ہوسکتا ہے جو سنت کا بڑا عالم ہو۔ سنت کے بغیر قرآن کا صحیح اور مضبوط علم حاصل نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کے نزدیک حدیث مبارکہ بنیادی ماخذِ شریعت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث مبارکہ کو بھی شرعی احکام کا بنیادی ماخذ سمجھتے تھے، نیز وہ سنت مبارکہ کی تشریح کو قرآن کے لیے ضروری گردانتے تھے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: «لَعَنَ عَبْدُ اللَّهِ، الوَاشِمَاتِ وَالمُتَنَمِّصَاتِ، وَالمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ المُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ» فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ: مَا هَذَا؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «وَمَا لِي لاَ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ، وَفِي كِتَابِ اللَّهِ؟» قَالَتْ: وَاللَّهِ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ، قَالَ: " وَاللَّهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ: {وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا} "[21]علقمہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جسم کو گدوانے والی، ابروؤں کو باریک کرنے والی اور دانتوں میں مصنوعی طور پر فاصلہ پیدا کرنے والی خواتین پر لعنت کی تو ام یعقوب نے اس پر تعجب ظاہر کیا۔ ابن مسعود نے کہا کہ جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہو، اور وہ بات اللہ کی کتاب میں بھی ہو، میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں؟ ام یعقوب نے کہا کہ بخدا، میں نے پورا قرآن پڑھا ہے، لیکن یہ بات مجھے اس میں نہیں ملی۔ ابن مسعود نے کہا کہ اگر تم نے صحیح معنوں میں پڑھا ہوتا تو مل جاتا۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی :وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُو[22]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حدیث کو قرآن کا بیان اور ترجمان سمجھتے تھے، گویا کہ سنت میں آنے والے ہر حکم شرعی کی بنیاد اجمالی طور پر قرآن مجید میں موجود ہے۔

قرآن میں صراحتاً ذکر نہ ہونے کے باوجود بعض چیزوں کو ترک کرنے کا حکم:

ابو البختری الطائی کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیع سلم کے متعلق پوچھا اور کہا کہ :"انا ندع اشیاءلا نجد لھا فی کتاب اللہ عز وجل تحریما، قال انا نفعل ذلک، نھی رسول اللہ ﷺ عن بیع النخل حتی یوکل"[23]"ہم بہت سی ایسی چیزیں بھی ترک کر دیتے ہیں جن کے متعلق اللہ کی کتاب میں حرمت کا حکم ہمیں نہیں ملتا۔ ابن عباس نے کہا کہ ہاں، ہم ایسے ہی کرتے ہیں (کیونکہ اللہ کے رسول کی بیان کردہ حرمت کا حکم بھی وہی ہے جو قرآن کا ہے، اور) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے۔"

گویا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح قرآن مجید سے ہمارے دین کے احکام ثابت ہوتے ہیں اسی طرح آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ سے بھی بہت سے احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں، اور ماخذ دین ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

قرآن میں صراحتاً ذکر نہ ہونے کے باوجود بعض کاموں کے کرنے کا حکم:

عبد اللہ بن ابی بکر بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ہمیں کتاب اللہ میں خوف کی حالت میں تو نماز قصر کرنے کا ذکر ملتا ہے، لیکن سفر میں نماز قصر کا ذکر نہیں ملتا؟ ابن عمر نے جواب میں فرمایا:"ان اللہ بعث الینا محمدا ﷺ ولا نعلم شیئا، فانما نفعل کما راینا محمدا ﷺ یفعل"[24] اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو ہمیں کسی بات کا علم نہیں تھا (یعنی ہم نے جو کچھ سیکھا، آپ سے ہی سیکھا)، اس لیے ہم تو ویسے ہی کرتے ہیں جیسے ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔"

سنت کے بغیر دین کے بنیادی احکام کا ثبوت:

صحابہ نے حدیث کو نظر انداز کرنے اور صرف قرآن مجید کے بیان کردہ احکام پر اکتفاء کرنے والوں کو عام طور سے اس انداز سے سمجھایا کہ حدیث کو نظر انداز کر کے دین کے بنیادی احکام بھی ثابت نہیں کیے جاسکتے۔ اس لئے اس کے بغیر چارہ نہیں۔عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ , أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَحَدَّثَهُ , فَقَالَ الرَّجُلُ: حَدِّثُوا عَنْ كِتَابِ اللَّهِ وَلَا تُحَدِّثُوا عَنْ غَيْرِهِ , فَقَالَ: «إِنَّكَ امْرُؤٌ أَحْمَقُ , أَتَجِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ أَنَّ صَلَاةَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا لَا يُجْهَرُ فِيهَا , وَعَدَّدَ الصَّلَوَاتِ وَعَدَّدَ الزَّكَاةِ وَنَحْوَهَا , ثُمَّ قَالَ: أَتَجِدُ هَذَا مُفَسَّرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ , إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحْكَمَ ذَلِكَ وَالسُّنَّةُ تُفَسِّرُ ذَلِكَ»[25]عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ لوگو، اللہ کی کتاب کی بات بیان کیا کرو اور اس کے علاوہ کسی اور کی بات نہ بیان کیا کرو۔ عمران بن حصین نے اس سے کہا کہ تم ایک احمق آدمی ہو۔ کیا تمھیں کتاب اللہ میں یہ بات ملتی ہے کہ ظہر کی نماز کی چار رکعتیں ہیں جن میں جہری قراءت نہ کی جائے؟ پھر انھوں نے نمازوں کی رکعات اور زکوۃ کے نصابات کا ذکر کیا اور کہا کہ: کیا تمھیں یہ ساری تفصیل کتاب اللہ میں ملتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو اصولی طور پر ذکر کیا ہے، جبکہ سنت ان کی تشریح و تفصیل کرتی ہے۔"

ایک دوسری روایت کے مطابق عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:من این تجدون فی کتاب اللہ الصلاۃالخمس وفی کل مائتین خمسۃ دراھم وفی کل اربعین دینارادینارو‌فی کل عشرین نصف دینار؟اشیاءمن ھذاعددھا،ولکن خذواکمااخذنا"[26] تمھیں کتاب اللہ میں پانچ نمازوں کا، اور ہر دو سو درہم میں پانچ درہم اور ہر چار دینار میں ایک دینار اور ہر بیس دینار میں نصف دینار زکوۃ لینے کا ذکر کہاں ملتا ہے؟ عمران بن حصین نے اس نوعیت کی اور باتوں کا بھی ذکر کیا (اور کہا کہ) جیسے ہم نے یہ احکام (سنت سے) لیے ہیں، اسی طرح تم بھی لو۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا استدلال:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے حدیث مبارکہ کی حفاظت کے حوالے سے کافی کام کیا، اور اپنے دور حکومت میں پوری سلطنت اسلامیہ میں تدوین حدیث کا حکم نامہ جاری فرمایا۔ ان کے ساتھ خوارج کے ایک مکالمے کا تذکرہ ذکر کیا جارہا ہے۔"بلغنا أن رجلين من الخوارج أتيا عمر بن عبد العزيز فكان مما أنكرا عليه رجم الزانيين وتحريم الجمع بين المرأة وعمتها، وبينها وبين خالتها، وقالا: ليس هذا في كتاب الله تعالى فقال لهما: كم فرض الله عليكم من الصلاة؟ قالا: خمس صلوات في اليوم والليلة وسألهما عن عدد ركعاتها، فأخبراه بذلك وسألهما عن مقدار الزكاة ونصبها، فأخبراه، فقال: فأين تجدان ذلك في كتاب الله؟ قالا: لا نجده في كتاب الله قال: فمن أين صرتما إلى ذلك؟ قالا: فعله رسول الله - ﷺ - والمسلمون بعده: قال فكذلك هذا."[27] خوارج میں سے دو آدمی عمر بن عبد العزیز کے پاس آئے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اور زانیوں کو رجم کرنے اور پھوپھی کے ساتھ بھتیجی یا خالہ کے ساتھ بھانجی کو ایک آدمی کے نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ باتیں قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ عمر بن عبد العزیز نے ان سے کہا کہ اللہ نے تم پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ایک دن رات میں پانچ نمازیں۔ عمر بن عبد العزیز نے ان سے نمازوں کی رکعتوں کی تعداد پوچھی جو انھوں نے بتائی۔ انھوں نے زکوۃ کی مقدار اور نصابات سے متعلق دریافت کیا اور انھوں نے وہ بھی بتادیے۔ عمر بن عبد العزیز نے پوچھا کہ یہ باتیں تمھیں کتاب اللہ میں کس جگہ ملتی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ کتاب اللہ میں تو نہیں ملتیں۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ پھر تم نے یہ کیسے قبول کی ہیں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے ہی کیا ہے اور آپ کے بعد مسلمانوں نے بھی۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ پھر جو باتیں تم پوچھ رہے ہو، ان کا معاملہ بھی یہی ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ میں ایک سے زائد معانی کا احتمال:

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے جب عبد اللہ بن عباسؓ کو خوارج کے ساتھ گفتگو کے لیے بھیجا تو ان سے فرمایا:اذھب الیھم فخاصمھم وادعھم الی الکتاب والسنۃ،ولاتحاجھم بالقرآن فانہ ذووجوہ،ولکن خاصمھم بالسنۃفقال ابن عباس یاامیرالمومنین فانااعلم بکتاب اللہ منھم، فی بیوتنا نزل، فقال علی: صدقت، ولکن القرآن حمال ذو وجوہ، تقول ویقولون، ولکن حاجھم بالسنن فانھم لن یجدوا عنھا محیصا[28] "ان کے پاس جاؤ اور ان سے بحث کرو اور انھیں کتاب اور سنت کی طرف دعوت دو، لیکن ان کے سامنے قرآن کریم سے استدلال نہ کرنا، اس لیے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے، بلکہ ان کے ساتھ سنت کے حوالے سے گفتگو کرنا۔ عبد اللہ بن عباسؓ نے کہا اے امیر المومنین، میں قرآن کریم کو ان سے زیادہ جاننے والا ہوں، یہ تو ہمارے گھروں میں اترا ہے۔ سیدنا علی نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو، لیکن قرآن کریم احتمالات کا حامل ہے۔ تم ایک مطلب بیان کروگے تو وہ دوسرا مطلب نکال لیں گے۔ تم ان کے ساتھ سنن کی بنیاد پر بحث کرنا، کیونکہ ان سے بھاگنے کی راہ انھیں نہیں مل سکے گی"

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے الفاظ میں بسا اوقات ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہوتا ہے، تو جب تک آنحضرت ﷺ کے فرمان کی روشنی میں کسی ایک معنی کو ترجیح نہیں دیں گے تو اللہ تعالی کی اس لفظ سے جو مراد ہے اس تک پہنچنا مشکل ہوگا، لہذا سنت ہی ایک واحد ذریعہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو درست انداز میں سمجھ سکیں۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا مکمل بحث کا مطالعہ کرنے سے آپ ﷺ کی منصبی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانیت کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ آپ کے آنے سے، پہلی تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ آپ اللہ تعالی کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن نہیں۔ اب دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور سے کوئی بھی دین قبول نہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید آپ پر نازل فرما کر اس کی تعلیم و تشریح کی ذمہ داری آنحضرت ﷺ پر لگائی، آپ کے اقوال و افعال کو امت کے لئے حجت بنا دیا اور یہ واضح فرمایا دیا کہ پیغمبر کی اطاعت میری اطاعت، اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی شمار ہوگی۔ قرآن مجید کی تعلیم و تشریح کے ساتھ ساتھ آپ نے مستقل طور پر بہت سی چیزوں کے حلال و حرام، جائز ناجائز ہونے کو مقرر فرمایا۔ لیکن آپ کے تشریعی اختیار اور اللہ کی کتاب میں کہیں بھی تعارض نہیں ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی اطاعت تمام امت کے لئے فرض و لازم ہے اور قرآن مجید کی اتباع بھی آپ ﷺ کے طریقہ پر ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ پیشین گوئی فرما کر متنبہ کر دیا تھا کہ مستقبل میں کچھ ایسے گروہ آئیں گے جو قرآن مجید کا نعرہ لگا کر میری حدیث کو نظر انداز کریں گے، ایسے لوگوں کی گمراہیوں سے بچنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے تشریعِ دین اور تفسیر قرآن میں ہمیشہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کو سامنے رکھا، اور ایسے تمام گروہوں کا احسن انداز میں رد فرمایا جو حدیث مبارکہ کا درجہ دین میں کم کرنے کے راستے پر چل رہے تھے۔

---

[1] الاعراف، 158:7
[2] آل عمران،85:3
[3] احمدابن حنبل، مسند احمد، حدیث عبداللہ بن ثابت، رقم1708
[4] الاحزاب، 40:33
[5] علامہ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (ریاض ،دارالطیبہ للنشروالتوزیع،1999ء)،ج 6،ص428
[6] آل عمران، 164:3
[7] محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، افتتاح الکتاب فی الایمان وفضائل الصحابۃوالعلم،بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ،رقم229
[8] نحل،44:16
[9] النساء،105:4

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

[10] النساء۴:۵۹
[11] النساء۴: ۸۰
[12]الاحزاب،21:33
[13]الحشر،7:59
[14]محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ،کتاب اللباس، باب المتنمصات، رقم5939
[15]ابوداؤدسلیمان،سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم 4604
[16]یونس، 15:10
[17]مسلم بن حجاج ،صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل فاطمة بنت النبی ﷺ، رقم 6309
[18]امام مالک بن انس، موطا، باب النہی عن القول بالقدر، (المکتبۃ الشاملۃ)
[19]حبیب الرحمن اعظمی، حدیث شریف کی تشریعی حیثیت، ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند ،ج 96، ش 7(جولائی ،2012)
[20]عبدالرحمن دارمی،سنن الدارمی، المقدمۃ، باب التورع عن الجواب فی ما لیس فیہ کتاب ولا سنۃ، رقم ۱۲۱، ۲۴۱/۱
[21] محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتنمصات، رقم5939
[22]الحشر،7:59
[23]ابو جعفر طحاوی، شرح معانی الآثار،کتاب البیوع، رقم3645
[24]محمد بن یزید،سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب تقصیر الصلاۃ فی السفر، رقم 1069
[25]عبداللہ بن مبارک، مسند عبد اللہ بن المبارک،المکتبۃ الشاملۃ، رقم 234
[26]احمد بن عمرو البزار،مسند البزار، باب اول، حدیث عمران بن حصین، رقم 3021
[27]محمد بن قدامہ، المغنی(المکتبہ الشاملۃ)، ج7، ج115
[28]ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، (المکتبۃ الشاملۃ)ج1،ص181